

مقامِ محمد

قرآن کریم کے آئینے میں

﴿۲﴾

تندیر و تبیشور

نبی جب اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچانا ہے تو وہ اللہ کے بنائے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلتے والوں کو دوں جانوں میں فوز کریں، نجات فس مطمیند کی بیٹا رت دیتا ہے اور بتا ہے کہ اللہ کے احکام کی تلقید اور نبی کی احتجاج سے بھی دنیا جنت کا دریا چہ بن جاتی ہے۔ اہل ایمان خوف اور حزن سے بلند تر ہو جاتے ہیں، ان کا وجود دنیا کے لئے اپر رحمت بن کر نشوونما کا سبب ہوتا ہے اور پھر ان کے لئے آنے والی دنیا کا نام جنت ہے۔

انہی کی دعوت میں ابتداء حندیر کا رخ نہیاں تر ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک لوگ شرک، دین آبا اور اپنے رسم و رواج کو ترک نہیں کریں گے میں راستے پر آغا فخر نجیب کر سکتے اور میں راستوں کو کاپانے والے ہی بٹا توں کے سختی مظہر ہیں گے۔

اردو میں مذکور کا لفظ استعمال ہوتا ہے، یعنی مختلف معنی میں، اگرچہ وہ معنی بھی اس لفظ کے بنیادی مقاماتم میں شامل ہیں۔ آپ جب مذہر مانئے ہیں تو کسی ایسی چیز کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں جو جیسا آپ پر لازم اور واہ جب نہیں تھی مذہر مانئے کے بعد آپ کوہہ پکھو کر ہوتا ہے جو اس مذہر سے وابستہ ہو اور اس سے پہلو تھی اور ریگر والی کی کوئی گنجائش نہیں رہتی رسالت و نبوت کے حصول کے بعد اللہ تعالیٰ حندیر کوئی پر

واحیب کر دیتا ہے اور یوں وہ اپنی قوم کو اس کے طرزِ حیات، مگر یوں اور رگنا ہوں کے سلسلے میں خبردار اور آگاہ کرنا ہے اور ان کے موقاب و متأکّہ سے فرما تا ہے۔

”ذو رانے“ کا عمل کئی پہلو اور علیمین رکھتا ہے۔ اگر آپ کسی چیز کی معرفتوں سے پوری طرح واقع نہیں ہیں تو اس سے کس طرح ذرا سختے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصتبہ نبوت پر فائز کرتے ہی نبی کو وہ علم عطا کرتا ہے کہ کفر و ظلمت کی ہر تاریخی اس پر وشن ہو جاتی ہے ساس کی قوم والوں کے لئے اپنے امدازو زندگی پر جنمایک تنی چیز ہوتا ہے کیونکہ دین آباؤہ ایک حقیقت کے طور پر اختیار کر لیتے ہیں اور اس کے بارے میں سوچتے نہیں۔ نبی ان کو منتبہ کرتا ہے کہ موت آنے سے پہلے آنے والی زندگی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرو۔ فوج کے ہر اول دستے کو ”ذریعۃ الحجش“ کہا جاتا ہے جو شمن کی نفل و حرکت سے فوج کو خبردار کرنے کے لئے لفڑر سے آگے گئے رہتا ہے اور شمن کے مکدا اقدام کے مشاہد سے کوشش کرتا ہے۔ (۱)

رسول کے سامنے دونوں دنیا کیسی ہوتی ہیں وہ ایسے مقامِ بلند پر ہوتا ہے کہ ہر مظہر اس کے سامنے کھلے ہوئے ورق کی طرح ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی دونوں بیک اپنے نہادت قریبی اور معتمد لوگوں سیک تبلیغ اسلام کو مدد و رکھا اور پھر وہ مرحلہ آگیا جب رب العزت جل جلالہ نے حکم دیا۔

وَأَنْذِرْ عَبْشِيرَةَ الْأَفْرِيْنَ (۲)

اور آپ تربیت کے رشتہ داروں کو ذریعہ داریں (اور انہیں منتبہ کر دیں)۔

اس حکم پر عمل کرتے ہوئے آپ نے صفا کی بلندی سے قریش والوں کو آواز دی۔ اس پہلی دھوٹ کا ذکر احادیث کے مجموعوں میں موجود ہے۔ ان مجموعوں کے ایک باب کا عنوان ہی ”باب الانذار والتحذیر“ ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت ابن عباس کی یہ حدیث ہے۔

”حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جس وقت یہ آمدت مازل ہوتی: وَأَنْذِرْ عَبْشِيرَةَ الْأَفْرِيْنَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر چڑھا و رآ پلٹکھ نے پکا نا شروع کیا، یا نی فہر، یا نی عدی“ اور یوں ہی قریش کے قبیلوں کو پکارتے رہے یہاں تک کہ سب جس ہو گئے پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم کو خبر دوں کہ عدی میں ایک لٹکھر موجود ہے جو تم پر حل کرنے والا ہے تو کیا تم میری اس بات کو حق مان لو گے۔ اہل قریش نے کہا ہاں کیوں کہ ہم کو حق کے علاوہ تم سے کسی بات کا تجربہ نہیں (یعنی ہم نے تمہارے من

سے حق کے سماں کچھ نہیں سن)۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے نذر بن کر آیا ہوں اور عذاب شدید کے واقع ہونے سے پہلے جھینڈا ڈار رہا ہوں۔ اس پر ابوالعباس نے کہا کہ تمام دن تم پر بلاکت مسلط ہو۔ کیا اسی بات کے لئے تم نے ہمیں جمع کیا تھا۔ اس کی اس بات پر یہ سورہ نازل ہوتی: یَمْتَهِنُ الْأَيْمَنَ لَهُبَ وَنَبَ

اور ایک رواہت میں ہے آپ نے آواز دی:

اے بنی عبد مناف میری اور تمہاری بیٹال اس شخص مجھی ہے جس نے دخن کو دیکھ لیا اور
وہ اپنے گروہ والوں کی حفاظت کے لئے چلا۔ اے خوف ہوا کہ دخن سبقت نہ لے
جائے اور وہ چلا یا مجاہد ہے۔ (۴)

حضور مصلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھلی دعوت عام، یہ حدیث اور یہ رواہت ایہ ہے کہ اس سے
وہ سلسلہ حدیث و تہذیب شروع ہوا جس نے کائنات کو ایک قدری روح اور عہد عطا کیا۔ سبکی سبب ہے کہ اس کی اور
تفصیل بھی مخطوط ہیں۔ آپ نے تعمیم اور تخصیص، دونوں سے کام لیا۔ ایک طرف آپ نے قریش کے قبیلوں
سے خطاب فرمایا اور دوسری طرف اپنے قریشی عزیزوں اور پیاروں سے خطاب فرمایا کہ حقیقت واضح کی کر
عذاب سے صرف ایمان اور اعمالی صالحی نجات دلا سکتے ہیں۔ مسلم کی حدیث ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے رواہت ہے کہ جب یہ آمد: ۝وَاللَّذُرُ عَذَّبَهُ رَبُّكَ الْأَقْرَبُ شَيْئًا۔ کاپنے قریشی رشتے والوں کو
(۵) نے والے عذاب سے) ڈراو تو رسول اللہ مصلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا اور اس طبقے میں آپ نے
تعمیم اور تخصیص سے کام لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اے بنی کعب، بن لوی! اپنی چانوں کو آگ سے بچالو۔ اے بنی مرہ، بن کعب! اپنے
آپ کو آگ سے بچالو۔ اے بنی عبد شمس اپنے فنس کو آگ سے بچالو۔ اے بنی عبد
مناف! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ اور اے فاطمہ! اپنے آپ کو آگ سے بچالے
کیونکہ میں تمہارے لئے اللہ کے ہاں حرث قرابت کے سماں کی چیزیں کمیت نہیں رکھتا۔

(۵)

اور متنق علیہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اے گروہ قریش! (ایمان کے عوش) اپنی چانوں کو خریبو (اوہ اپنے آپ کو نجات
دلا دو) کیونکہ میں اللہ کے عذاب میں سے کوئی چیز تم سے دور نہیں کر سکتا۔ اور اے بنی

عبد مناف امیں اللہ کے (کسی قبر سے) جھینیں بچا چکیں سکتا۔ اور اے عباس بن مطلب امیں اللہ کے ہاں جھینیں کسی چیز سے مستقفلی چکیں کر سکتا۔ اور اے صفیہ اللہ کے رسول کی پچوہ بھی امیں اللہ کے ہاں تھارے کسی کام نہیں آ سکتا اور اے فاطمہ احمد رض کی بیٹی اتم میرے مال سے جوچا ہو ماگ کر لے سکتی ہو لیکن میں اللہ کے ہاں تھارے کسی کام نہیں آ سکتا۔ (۶)

خوش خبری سے پہلے ذراوا۔ یہ مطلقی ترتیب ہے۔ ایک بخ طرز حیات کو اپانے اور بخ تصورات کا پتی زندگی کا حصہ ہانے سے پہلے یہ لازم ہے کہ وہ اپنی غلط روشنی زندگی سے نجات پالے اور باطل تصورات و خیالات کو ترک کر دے ہا کر دل و دماغ بخ تمام اقدار و تصورات کو تقول کرنے کے لئے آ مادہ ہو جائیں۔

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مختلف قبیلوں سے خطاب کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے چچا، اپنی پچوہ بھی اور اپنی بیٹی کو خاص طور پر خاطب فرمایا تا کہ اس بخ مگر آخڑی پیغام کو سنبھالنے والوں کو سمجھ لیں سے آ گھی حاصل ہو سکے اور وہ جان لیں کہ اللہ کی سنت میں کسی کی خاطر کوئی تهدیلی مکمل نہیں۔ اس کے حضور کوئی رشتہ نا کام نہیں آتا بلکہ اعمال و عقائد کی تباہ پا اللہ تعالیٰ کے فیضے ہوتے ہیں۔

دوسری تفصیلات بیش کرنے سے پہلے یہ عرض کر دینا مناسب ہو گا کہ مذکار کا اثر ”ولی زدہ“ ہی قبول کرنا ہے۔ وہ افراد اور روگروں جو اپنی غلط روشن کو بدلا نہیں چاہئے ہدایت اور فلاح سے انہیں حصہ نہیں ملتا۔ یہ درست ہے کہ ہدایت اور گرامی اللہ تعالیٰ ہی عطا کرنا ہے، مگر انسان کو رب جلیل نے عقل، ارادہ اور قوت تبیز عطا کر دی ہے، اور جو را ہدایت کے طالب ہوتے ہیں ان کے راستے روشن کر دیئے جاتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف ایک قدم چلتے ہیں تو اللہ ان کی طرف دی قدم چلتا ہے۔ مگر جو ایوب کی طرح اپنی گرامی پر فخر کریں ان کی شقاوات ان کو جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ ان کے لئے رب کائنات کا فرمان ہے:

إِنَّ الْيَتَّيْنَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَنْلَمْ تَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرُهُمْ لَا
يُؤْمِنُونَ ○ حَمَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى
أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ غَلَبٌ عَظِيمٌ ○ (۷)

یہیک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لئے ہر اہر ہے آپ انہیں ذرا کمیں یا نہ

ڈیکھیں۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ نے آن کے دلوں پر تمہری گدی اور آن کے کانوں پر اور آن کی آنکھوں پر پردہ ہے، اور آن کے لئے بڑا عذاب ہے۔
یہ انہیں کافروں کا ذکر ہے جو علمی کی وجہ سے اللہ، آس کے کلام اور رسولوں کی محدثیب نہیں
کرتے بلکہ جنہوں نے شعوری طور پر کفر کو اختیار کیا۔ وہ جانتے تو حق حق کو چھپاتے ہیں۔ سورہ البقرہ اور
قرآن حکیم کے کمی مقامات میں ایسے کافروں کا ذکر ملتا ہے۔

ان دلوں آیات پر غور کیجیے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ مقصود کلام ایسے کافروں کے کفر کے
انکھار سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے۔ محمد مختاری علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قلب مطہر رحمت و
رافت کا سرچشمہ اور انسانی محبت کا سند رہتا ہے۔ آپ ﷺ سے گریز اس افراد کی ہمدردی میں راتوں کو
جاگتے رہتے، آن کے لئے دعا کرتے اور آن کے لئے آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔
انہیاے کرام علیہم السلام اور بالخصوص رحمۃ الملائیں کے امداد اور دُرُّ دارے کی بنیاد، آپ ﷺ کی محبت و
شفقت قلبی سذیٰ میں بیشتر کا پہلو بھی موجود ہے۔ سذیٰ اپنی محبت اور شفقت کی بنیاد پر لوگوں کو آن کے غلط طرز
حیات سے ڈالتا ہے۔

سورہ الفرقان میں ربِ کریم نے ایک بڑے پیس مظہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی
ہے اور اندازِ تبہیہ کے مرحلوں اور معانی کو پیش فرمایا ہے۔ جس طرح زمین مردہ کو ہوا اؤں اور بارشوں کے
ذریعے زندگی عطا کی جاتی ہے اسی طرح انسانیت کے باعث کے لئے رسول بھارت دینے والی ہوا اؤں اور
پاک پاٹی کا درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن جو کفر و مبغایاں کو اپناتے ہیں وہ اس مشاہدے اور آن مثالوں سے بھی
ہدایت حاصل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ ان ہمکروں کا مقابل جہاد اور
استحقاق سے سمجھیج اور ان پر یہ حقیقت واضح کر دیجیج کر میری یہ جدوجہد کسی اجر کی تباہ نہیں۔ میں کسی
سے کوئی اجر طلب نہیں کرنا، میرا جرتوں کی ہے کہ لوگ اپنے رب کا استاختیار کر لیں۔ اور یہ بات خالق
کائنات نے اس وقت فرمائی جب پورے عالم انسانیت کے لئے ایک سذیٰ آپ کا تھا۔ وہ سذیٰ جو ہر دور کے
لئے آپ مختلف قوموں کے لئے سذیٰ سمجھیج کا درگز رچا تھا۔

وَلَوْ بَهَثْنَا لَعْنًا فِي كُلِّ قَرْبَةٍ لَنْدِيرَا ○ فَلَا تُطِعُ الْكُفَّارِينَ وَجَاهِدُ

هُمْ بِهِ جَهَادًا كَبِيرًا ○ وَهُوَ الْبَدْنِي مَرَاجُ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذَابٌ

فُرَاثٌ وَ هَذَا مُلْحُجٌ أُبَاجُ وَ جَعَلَ بِئْنَهُمَا بَرْزَخًا وَ جَنْوَرًا

مَحْجُورًا (۸)

اور اگر ہم چاہیے تو ہر سنتی میں ایک مذیر و ذرا نے والا مجهوٹ کر دیتے ہیں اسے نبی ﷺ ان کافروں کی بات نہ مانتا اور اس قرآن کے ساتھ ان کے خلاف جہاد کیبر کرو۔

اور یہی ہے جس نے دو مسندروں کو ملا رکھا ہے ایک ملتحا پیاس بھانے والا اور دوسرا کھاری کڑوا اور دوسرے کے حق ایک پر دہ ہے اور اس آڑ نے انہیں گلڈمہ ہونے سے روکا ہوا ہے۔

الله تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہر سنتی کے لئے، بر قوم کے لئے مختلف ادوار میں مذیر بھیجے، مگر اب تاریخ کا وہ عہد آگیا کہ انسانیت کے لئے اللہ کے پیغام کی تکمیل بر زمین اور ہر زمان کے لئے کرداری جائے۔

اور اب مذیر کامل کے فرائض بہت وسیع اور تنگیں تھیں۔ ان فرائض کا تقاضا "جہاد کیبر" تھا۔ الفرقان کی سوہنہ ہے اور اس وقت تک جہاد بالسیف کا حکم نہیں آیا تھا، اسی لئے یہاں جہاد کا لفظ انتہائی جد و جہد کے معانی میں ارشاد کیا گیا ہے۔ جہد کے لفظ میں وسعت، طاقت اور تکلیف و مشقحت کی انتہائی حدود کے مقام شامل ہیں اور اس جہاد اور جد و جہد کے لئے آپ کوہ جھیلہ عطا کیا گیا۔ جس نے فاروقی اعظم چیزیں انسان کی تقدیر کو گرگوں کر دیا، اور جس نے پھارزوں کو زمیں یوں کر دیا، "جہاد ہم ہے" میں بہ کا مرتع قرآن حکیم ہے۔ "جہاد کیبر" میں انسانی کوشش و مشقحت کا ہر پہلو آ جاتا ہے۔ آپ ﷺ کو حکم یہ دیا جا رہا ہے کہ قرآنی حقائق کو پھیل کر اور اپنے تمام ذرائع، صلاحیتوں اور وسائل کو بیندیر کے کام میں صرف کرو، مگر تمہارا حقیقی اور عظیم ترین وسیلہ قرآن حکیم ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ہر مجاہد پر اُس مجاہد کے تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق اپنے وسائل کا استعمال کرو۔ اس آئیت میں جہاد بالسیف کے امکان کی طرف بھی اشارہ ہے جو مدد یہ منورہ کے دور میں حکیم رباني کی صورت سامنے آیا۔

الله تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ کافروں کی بات نہ مانتا، اپنے نبی کو فتح کا یقین دلا دیا۔ پھر ذکر دو مسندروں کا آیا ہے۔ پیغمبیر پاپی کا ذخیرہ آب، اور کھاری پاپی کا ذخیرہ۔ یہ دونوں ایک ساتھ موجود ہیں اور

آپ شورا پے جنم اور وحشت کے باوجود آپ شیریں کاپے آپ میں گھن بھیں کر سکا۔ راقم الحروف نے جہن میں دو دریاؤں کو ایک دوسرے سے یوں لٹے دیکھا ہے کہ ان کی درمیانی آپیں کیمروں تھیں کہ اور قسم کرنے والا خاص نظر آتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تفسیر میں بگال اور دوسرے مقامات کی مثالیں دی ہیں۔ (۶) حضرات فرمائی تھیں کہ جہاں دو دریا لٹتے ہیں وہاں یہ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ سمندروں میں بھٹکے پانی کے چھٹے موجود ہوتے ہیں، لیکن ان آیات اور ان کے معنوی ربط پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسانی معاشرے کا ذکر ہے۔ وہ جو بال پرست ہیں کھارے پانی کے سمندر کی مثال ہیں اور اہل ایمان شریں چشم آب کی طرح ہیں، اور اس شریں ذخیرہ آب پر کھارے پانی کے کام سمندر غالب ہیں آ سکتا۔ اللہ کی قدرت، اُس کا قانون اور اُس کا بھیجا ہوا ذخیر (رسول) ان دونوں کے درمیان عظیم آڑا رکاوٹ ہے اور اسے بڑھ کر قانون الٰہی کے تحت کھارے پانی کی سرحدیں سُختی جاتی ہیں اور بیٹھا پانی (ایمان) نئی نئی وسعتوں سے آ شناہوتا جاتا ہے۔

رسالت کے اس پہلو (اذ انہ مذیر) کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کے حوالے سے قرآن مجید میں مسلسل آیا ہے اور سیاق و سماق کی تہذیبی کے ساتھ مذیر کے مضمون و معانی کی ایک دنیا ہمارے سامنے آتی چلی جاتی ہے۔ چند مقامات میش کے جاتے ہیں تا کہ تقاریبین پر واضح ہو سکے انتشار اور اپنی نجف داماتی کی وجہ سے تفاصیل کو پیش کر سمجھنے رہ ہو سکے گا۔

أَوْ لَمْ يَنْظَرُوا سَكّةَ مَا يَصْرِيْجُهُمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنَّ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ

﴿١٠﴾

اور کیا ان لوگوں نے کبھی سوچا ہیں کہ ان کے رفیق پر جوں کا کوئی اثر نہیں ہے۔ وہ تو صاف صاف انداز میں (ان کے غلط اسلوب حیات اور برے انجام پر) ذرا نے والا اور آگاہ کرنے والا ہے۔

الله تعالیٰ نے تمام انبیاء کے امام کو ان کی قوموں ہی میں پیدا کیا اور مسحوث فرمایا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تریش میں پیدا ہوئے اور تریش ہی آپ ﷺ کے ناطق اول تھے (اور پھر آپ ﷺ کے پیغام نے ہر زماں اور ہر مکان اور ہر قوم کو اپنے دائرے میں لے لیا)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قوم نے اتنی کہا، صادق کہا، ان کی قوتی فیصلہ اور انصاف کے قویں نظر ان کو اپنا حکم بتایا، لیکن جب آپ

الله نے تو حیہ، مساوات اور حُرمت کی تعلیمات پیش کیں اور آپ ﷺ کو جھوں کہنے لگے اور یہ بات مطلق فراموش کر دی کریں وہ آنکھ ہے جو ان کے لئے را توں کو جاگتی اور ان کی بہادست کے لئے آنسو بہاتی ہے، کیونکہ وہ قلب ہے جو ان کے لئے محبت اور ہمدردی کا سمندر ہے۔ اس رشتے کو قرآن مجید نے ایک لفظ کے ذریعے پیش کر دیا۔ ”صاحب“۔ اس لفظ کے مادہ ”صَاحِب“ میں ”صَاحِبُ“ اور ”صَاحِبُهُ“ اور ساتھ ہر ہے کا مضمون بنیادی حقیقت کے طور پر موجود ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں زمانہ کلولیں کامنہوی پہلو بھی موجود ہے۔ صاحب کے لفظ میں بخوبی کا پہلو بھی موجود ہے۔ صاحب کے ساتھ مستقل طور پر رہنے والے اس کے مصاحب، صحابی اور مصحاب کہلاتے ہیں۔ ویسے قواعد کے طور پر اصحاب کا لفظ صاحب کی وجہ ہے، لیکن جب صاحب واحد استعمال ہوتا ہے تو اس کے معانی میں تقطیم کا رخ نہیں ہو جاتا ہے۔ (۱۱)

ہر رسول اپنی قوم کی ہمدردی اور محبت کی مثال ہوتا ہے، اور اسی ہمدردی اور محبت کے قابل ہے کہ طور پر دو ہی الہی کی روشنی میں اپنی قوم کو ان کے اعمال کے نتیجے میں خیر دار کرتا ہے اور غاصم الانیا صلی اللہ علیہ وسلم کے عنہہ میں تو ان کے قلب کی شفقت اور ہمدردی کے ساتھ اس کائنات کی شہادت بھی شامل تھی۔ آپ نے قریش کو دعوت دی کہ زر این و آمان کے نظم پر غور کرو، تخلیقات کے تنوع کو دیکھو، مناظر حیات و کائنات پر نظر ڈالو۔ ان میں سے ہر چیز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث محدثین کی شہادت ہے:

أَوْلَمْ يَنْظُرُوا إِلَيْنَا مَلَكُوت السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ
شَيْءٍ وَأَنِّي خَسْتَ أَنْ يَكُونَ قَدْ افْتَرَبَ أَجَلُهُمْ كَبَائِي حَدِيثُمْ
بعدہ، یومنُون ۰ (۱۲)

کیا انہوں نے نظر نہیں کی (ہماری) آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے ہر چیز سے، اور کیا انہوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ شاید قرب آگیا ہو ان کی مددت زندگی پوری کرنے کا وقت۔ اور پھر رسول ﷺ کی اس تعبیر کے بعد وہ کوئی سی بات ہو سکتی ہے جس پر یہاں لائیں۔

اس آہت میں اللہ تعالیٰ نے «وَلَيْسَ قَاتِمٌ فَرَمَّاَتِی ہیں۔ اور وہ حقائق پر غور و تکری کی دعوت دی گئی۔

گل، و سرخاپی مدت عمر او رف صب عمل پر نظر۔

ذرا بھری نظر کرنے والے کے لئے تو عالم کا ذرہ ذرہ قادر مطلق اور حکیم مطلق کی حمد و شکایت شیع خواں نظر آنے لگتا ہے۔ اور اپنی مدت عمر میں غور و فکر کا یہ نتیجہ ہے کہ جب آدمی یہ سمجھ لے کہ موت کا وقت معلوم نہیں کہب آ جائے تو خود ری کاموں کے پورا کرنے میں غفلت سے باز آ جاتا ہے۔ موت کا استخباری وہ چیز ہے جو انسان کو بہت سے جرام سے بچنے پر آمادہ کر دیتی ہے۔ (۱۳)

ان دلائل سے مذیر مہین صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق المدارسانے آ جاتا ہے۔ آپ کا ذرہ، قوم کے لئے آپ کی انتہائی شفقت اور محبت کا نتیجہ ہے اور یہ شفقت آپ کے انداز سے پوری طرح آنکھار ہے۔ وہ اسلوب اور انداز جو آپ ﷺ کے رب نے آپ کو عطا کیا وہ قرآن حکیم کے اس اسلوب کا حصہ ہے جس کو جامیعت سے تعمیر کیا جاسکتا ہے اور جس میں کلام و استدلال کا ہر وہ رنگ موجود ہے جو انسانوں کو اور ان کے فکر و نظری دنیا کو بدلتا ہے، کیونکہ انسان کے خالق سے زیادہ انسان کو کون سمجھ سکتا ہے۔

قرآن حکیم میں مذیر کے ساحج مُمْبِین کی صفت دلائل میں استعمال ہوئی ہے۔ (۱۴)

قرآن کریم سے ہر حقیقت واضح ہو کر اور گھل کر ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ حق و باطل کے درمیان کوئی شیرہ اور شک باقی نہیں رہتا۔ بیان کے معانی ہیں کسی چیز کا واضح ہو کر سامنے آ جانا، ہر اہم پہلو کا گھل جانا۔ قرآن مجید کتاب مُمْبِین ہے۔ جس نے ہر حقیقت کو انسان کے سامنے پیش فرمادیا۔ وہ خالق بھی جو انسان کے علم، اور اسکے اور احاس سے ماوراء ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اور دوسرے نبیوں کے لئے کہا یا اور نے وہی الہی کی روشنی میں اٹل اور حکیم خالق سے انسان کو روشناس کیا۔ رسول مُمْبِین، کتاب مُمْبِین لے کر آہنگ ہمارے ذکر و فکر، ذہن و عمل کی راہیں واضح ہو کر سامنے آ گئیں اور یوں ہی قیامت تک روشن رہیں گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی گرامی میں خالق کی یہ وضاحت ان کے کردار کی شفقت سے ہم آہنگ ہو گئی۔

وَاحْفَظْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَقُلْ إِنَّمِي أَنَا النَّذِيرُ

المُمْبِینُ (۱۵)

اور اپنے بازوؤں کو اہل ایمان کے لئے بچا دیجئے اور کہہ دیجئے کہ میں تو صاف صاف انداز میں تنبیہ کرنے اور تشریدا رکنے والا ہوں۔

”واخْفَضْ جَنَاحَكَ“ یا اہل عرب کا محاورہ ہے۔ قرآن مجید کے ان الفاظ کا تجزیہ
عام طور پر یہ کیا گیا ہے کہ ”اپنے آپ کو جھکا دیجیے۔“ ہم نے مذہبی اداہیگی کے لئے ”جناح“ کے لفظ کو
اہمیت دی ہے۔ جناح باتچھہ بازو اور پرندے کے بازو اور پر کوکتے ہیں۔ پرندے اور بالخصوص مرغی خطرے
کے وقت اپنے پجوں کو پروں میں سیست لیتی ہے۔ پر اور بازو حفاظت اور تحفظ کی علامتیں ہیں۔ ”انت فی
جَنَاحِی“ اگر کوئی یہ بات وسرے سے کہتا اس کا مذہبی مطلب ہی ہو گا کہ ”تم میری حفاظت میں ہو۔“ لفظی
ترجمہ تو یہ ہو گا کہ تم میرے پروں پر ہو۔ قرآن مجید کے ان الفاظ میں نبی اور امانت کا رشتہ سٹ آتا ہے۔
ایک اور بات بھی سامنے آتی ہے اور وہ یہ کہ نبی کی مدد بر مسلمانوں کی حفاظت کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ وہ اپنے
حنبہ کے ذریعہ اہل ایمان کو دینا کی رسائی اور آنحضرت کے عذاب سے بچالیتا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ
پر شتم ہوئی، اللہ کا آثری پیغام قرآن مجید کی صورت میں محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آثری نبی کی زبان
سے انسانیت کے کام اپنے اس پیغام کو قرآن مجید کے ذریعہ محفوظ فرمادی۔

فُلْ يَا يُهَدِّي النَّاسَ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ (۱۶)

اسے رسول کہہ دو کہ انسانوں میں تو تمہارے لئے مذیر مین ہوں۔ کھول کر اور واٹھ
طور پر ڈراٹے والا۔

مذیر کی مکمل معنوںت اس سیاق و سبق میں اگھر کر سامنے آتی ہے کہ رسول کا کام غلط انداز
زندگی پر متنبہ کہا ہے اور عذاب نازل کہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ نافرمان اور سرکش قومیں اپنے رسولوں سے
عذاب نازل کرنے کی فرمائیں کرتی تھیں اور یہ حشر و استہزا ان کی زندگی کا حصہ بن چکا تھا، خود قریش مکہ
ٹھکھول کرتے اور رحمۃ المعالین ﷺ سے کہتے کہ تمہارا وہ عذاب کہاں ہے جس سے تم ہمیں ڈراماتے ہو۔
اللہ تعالیٰ نے خاتم المرسلین کے انسانیت کے لئے مذیر مین ہونے کے اس ”اعلان“ سے پہلے آئت نمبر ۷۲
سے آئت نمبر ۷۸ تک ایسا مظہر احمد پیش فرمایا ہے کہ ثبوت اور مکر میں بیوت کی ساری تاریخ اس میں
ست آتی ہے۔ شرکیں مکار پانچ تجارتی سفریں ماضی کی مذہب بستیوں سے گزرتے تھے، مگر اس دنیا میں
اس وجہ فرقہ اور گم تھے کہ ہدایت و عبرت کے نکالت اُن پر روشن ہی نہیں ہوتے تھے۔ اب ذرا یہ جاؤ داں

تصویر ملاحظہ ہو:

وَإِنْ يُكَلِّبُوكَ فَقَدْ كَذَبَ قَبْلَهُمْ فَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ
وَفَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَفَوْمُ لُوطٍ ○ وَأَصْحَبُ مَلَيْنَ وَكَذَبَ مُوسَى
فَأَمْلَيْتُ لِلْكُفَّارِينَ ثُمَّ أَخْدَمْتُهُمْ فَكَجْفَتْ كَانَ نَكْبَرٌ ○ فَكَانُوا مِنْ
فُرِيَّةِ أَهْلَكُهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَارِبَةٌ عَلَى عَرُوشَهَا رَبِرٌ
مُعَطَّلَةٌ وَفَسِيرٌ مُشَيْدٌ ○ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَسَكُونُ لَهُمْ
فَلَوْبٌ بَعْقَلُونَ بِهَا أَوْ أَذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَلُ
الْأَبْصَارُ وَلِكُنْ تَعْمَلُ الْفُلُوبُ الْأَيْنِ فِي الصَّلَوْرٍ ○
وَرَسَّعَ جَلُونَكَ بِالْعَدَابِ وَلَنْ يُعْلِمَ اللَّهُ وَعْدُهُ وَإِنْ يَوْمًا
عِنْدَ رَبِّكَ كَالْفَ سَنَةٌ مَمَّا تَعْمَلُونَ ○ وَكَانُوا مِنْ فُرِيَّةِ أَمْلَيْتُ
لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخْدَمَتُهَا وَالْأَيْنِ الْمُهِيَّرُ ○ (۱۷)

اور اے رسول! اگر یہ آپ کی مخدیب کریں اور آپ کو جھلائیں تو ان سے پہلو نوح،
عاد اور شہود کی قومیں اور ابراہیم اور لوط کی قومیں اور مدین کے لوگ اپنے رسولوں کی
مخدیب کرچکے ہیں (اور مصر کے قبطیوں نے) موئی کی مخدیب کی۔ پہلی نے
مکروں کو جیل دی اور پھر ان کو کچلایا، تو کیا ہوا، اور کیا حشر ہوا مکروں کا۔ کتنی خطا
کا ربیعاً تھیں جنہیں ہم نے جاہ (اور شوالا) کر دیا، اور آج وہ اپنی چھتوں پر اٹی
پڑی ہیں، کتنے ہی کوئی بیکار درستہ ہی تصریخ نہ ہوئے ہیں۔ (۱۸) کیا یہ لوگ
زین میں پڑے پھر نہیں (کیا انہوں نے اللہ کی زین پر مشاہدہ نہیں کیا) کہ ان کے
دل سکھنے والے یا ان کے کان سخنے والے ہوئے (اور ان نہیں سے وہ حق کے
سامنے اپنے آپ کو جھکا دیجئے) حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں انہی نہیں ہوتیں مگر وہ دل
انہی سے ہو جاتے ہیں جو سخنوں میں ہیں۔

اے نبی ای یہ لوگ (حشر کرتے ہوئے) عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں۔ اللہ
برگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا (عذاب اپنے وقت پر آ کر رہے گا)، مگر
تمہارے رب کے ہاں ایک دن تمہارے ٹھار کے ہزار سال کے ہزار براہ رہتا ہے۔ کتنی ہی

بستیاں ہیں جو گزگا اور خالم حص، میں نے پہلے انہیں مہلت دی اور پھر انہیں کپڑا اور سب کو اپنی تمیر سے پاس ہی آتا ہے۔

اور قوامِ سابق کے اس ذکر کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورِ بھی ہونے کا اعلان انہیں کی زبانی اللہ تعالیٰ نے کرایا۔ قریش اپنے مال و مماثع، اپنے بازاروں، اپنے میلوں اور اجتماع گاہوں کی رُفقوں پہاڑا نہ تھے لیکن موجود کی چک دکنے اُن کے سینوں کو بے نور اور دلوں کو اندھا کر دیا تھا۔ اور ان میں اتحاد شور کہاں تھا کہ وہ سمجھے سکتے کہ قیامت کا ایک دن اپنے شدائد اور ہول ناکیوں میں ہڑا رسال کے برابر ہو گا۔

اس مذکور کا دامن تمیث سے بندھا ہوا ہے۔ وہ جو حقائق کو دیکھیں، ہارخ کی شاہراہ پر اپنے پیش روؤں کے نقش پا اور انہام سفر سے عبرت حاصل کر سکیں، ان کے لئے مفترت بھی ہے اور رزقی کرم بھی۔ ہم یہ بات پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ”خوش خبری سے پہلے“ ذرا ویہ مطلقی ترتیب ہے۔ ایک نئے طرز حیات کو اپنانے اور نئے تصورات کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے سے پہلے یہ لازم ہے کہ آدمی اپنی غلط روشنی زندگی سے نجات پالے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورِ مبنی ہونے کے اعلان سے پہلے تاہد شدہ بستیوں اور مخلوقوں کا ذکر کیا گیا اور آپ کو خبر دار اور آگاہ کرنے والا کہنے کے بعد فرمایا گیا:

فَالْيَٰٓئِنَّا مُنْتَوٰ وَغَيْمُلُوا الْطَّيْلِحْتَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ
كَرِيمٌ ۝ وَالْيَٰٓئِنَّ سَعْوًا فِي أَيِّنَا مُلْجِزُنَّ أُولَئِكَ أَصْحَابُ
الْجَحِيْمِ ۝ (۱۹)

پھر جو ایمان لا کیں گے اور اعمالی صالح کو اپنا کیسی گے ان کے لئے مفترت (بھی ہے اور رزقی کرم بھی) اور جو ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی اور پست کرنے کی کوشش کریں گے وہی جہنم والے ہیں۔

مذکور کو قرآن مجید نے مذکور بھی کہا ہے۔ ان کے معانی میں نا زکر را فرق ہے۔ ایسا اب کی تہذیبی سے لونِ معنوی (Shade of Meaning) میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

مذکور میں شدت اور تو اتر کا مفہوم موجود ہے۔ وہ جو مسلسل تنبہ اور آگاہ کرنے کا فریضہ انجام

دے مذیر ہے اور جس کے عمل مذیر میں یہ شدت اور تو اڑ نہ ہو وہ مذیر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ دیے ایک ہی رسول کو مذیر بھی کہا گیا ہے اور مذیر بھی۔ جس طرح بیشتر کہا گیا ہے۔ اور بیشتر بھی۔ دیے عام طور پر صول آن ہنگ کی ہنا پر مذیر کے ساتھ بیشتر آتا ہے اور مذیر کے ساتھ بیشتر:

تَقُولُوا مَا جَاءَ نَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ۔ (۲۰)

إِنَّمَا لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ۔ (۲۱)

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافِلًا لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (۲۲)

لیکن یہ کوئی قاعدہ کلیجیں ہے مذیر کے ساتھ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر بیشتر بھی آتا ہے۔

(۲۳) قرآن اس ذات کا کلام ہے کہ ہر اسلوب، ہر آن ہنگ اس کے ارادے کے تحت ہے۔

مذیر پر اس مختصر لفظ کے بعد ہم اب نبی کریم علیہ اصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ بلند کے اس پبلو کی طرف آتے ہیں جسے تمہیر اور بیارت کہتے ہیں۔

بیارت کا لفظ بالعوم اچھی خبر کے لئے استعمال ہوتا ہے، دیے تو قرآن کریم میں یہ لفظ عذاب کی خبر کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔

بَشِيرُ الْمُنْلِفِقِينَ يَا أَنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ عَذَابًا أَلِيمًا (۲۴)

منافقون کو زدہ ساد بیچے کرآن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یہاں بیارت کے لفظ کی بلاغت اور کاتب قرآن کے کلام الہی ہونے کی ایک دلیل ہے۔

منافق اپنے طرز حیات کے سب سے بڑے شاہد تھے۔ ان کا دو رخاپن دوسروں سے کہنی زدہ خود ان پر روشن تھا اسی لئے بیارت کے لفظ کے ذریعے انہیں آئینہ دکھلا گیا ہے۔ کہ منافق عذاب اہم کی بنیاد ہے۔

منافقین کی منافقت کا بہب کیا تھا؟ اس کا سب اگلی آہت ہی میں دہی یا گیا ہے کہ یہ مسلمانوں کو چھوڑ کر عزت حاصل کرنے کے فریب میں کافروں کو پارٹی ہاتتے ہیں، بگ عزت تو صرف اللہ کے لئے ہے۔ فَإِنَّ

الْعِزَّةُ إِلَيْهِ جَوْبِيْغَا۔ اور ان کے لئے جو اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بیارت (عید) سن کر منافقین کے چہروں کی رنگتبدل گئی ہو گی۔ خوشی کی خبریں کرمومنوں کے چہرے کی اٹھتے تھے اور ان چکتے چہروں کا ذکر دینا اور آثر دنوں کے سیاق و سبق میں قرآن حکیم میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے۔ اللہ کے رسولوں اور بالخصوص رسول آثر از ماں اور نبی انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں کو

ایمان اور اعمال صالح کے اجر کے طور پر جنت کی بیارت دی، اللہ اور رسول نے صابرین اور شہدا کو حیاتِ جاوداں اور بیشتر جاری رہنے والے رزق کی بیارت دی، آپ ﷺ نے بیارت دی کرونا اور آفرست کی بر خوبیگواری اور نعمتِ ان کے لئے ہے جو مکملات سے رُک جاتے ہیں اور حمد و اللہ کی ماحفظت کرتے ہیں، اللہ اور رسول نے مومنوں کو فضل کبھی بیارت دی اور یہ بیارت دی کر قم یہ غالب رہے گے اگر تم مومن ہو۔
چودہ سو ماں کی تاریخِ ان بیٹا نوں کی صداقت کی گواہی ہے۔

فَلَيَنِ الْعِزَّةُ لِلَّهِ يَحْمِلُهَا کی تفہیم نے مسلمانوں کا قوامِ عالم کی قیادت و امامت عطا کی اور جب ہم عزت کے مظہوم سے بے خبر ہو کر کافروں کی رفاقت میں حفاظت اور عزتِ تلاش کرنے لگے تو آج ہماری یہ کیفیت ہے کہ باشِ عالم میں ہم خدا زدہ پتوں کی طرح اڑتے پھر رہے ہیں، اور کافروں کے معاذ ہے اُسیں انتہار کی سند معلوم ہونے لگے ہیں، اور اس بات پر بھی ناکرتنے ہیں کہ اب ہمیں نادینہ (Defaulter) قرار نہیں دلا جاسکتا۔ یہ ہے وہ غلامی جس میں ہم ہامہ دسیاں آزادی کے باوصف گرفتار ہیں اور یہ آہت کر رہے ہیں آج ہم پر اپنے محالی کے دروازے نہیں کھولتیں کہ

وَلَلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ۔ (۲۵)

عزت تو صرف اللہ اور رأس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔

اور اس کے فوراً بعد فرمایا گیا کہ

وَلِكُنَّ الْمُنْفَقِينَ لَا يَفْقَهُونَ۔ (۲۶)

یعنی منافقین اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

اس وقت میرے قلم پر لرزہ طاری ہے کہ کیا اس وحشت کے مطابق ہم نفاق کے عذاب میں گرفتار نہیں ہیں؟

عزت کے مظہوم میں قوت اور غلبہ بھی شامل ہے۔ ظلیلے کا سرچشمہ ذلت باری تعالیٰ ہے اور اسے ہم ”نواہِ گدا“ سمجھتے گے ہیں۔ کیا اللہ کی ناخوشی کی قیمت پر کسی کی فوجی امداد ایسی صاحب قوت ہا سکتی ہے؟ ہماری موجودہ ذات، بے بھی، ناتوانی۔ سب کچھ حضرت فاروقی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فقرے میں سث آتی ہے۔

مَنْ إِغْرَى بِالْعَبْدِ أَذْلَّهُ اللَّهُ۔ (۲۷)

جو بے بس اور تغیر بندوں کے ذریعے عزت حاصل کا چاہے اللہ تعالیٰ اسے ذکل کر دیتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجاعیب مونین کو اس دنیا اور آنے والی دنیا کی خونگواریوں، کامیابیوں اور کامراندیوں کی بھارت دی۔ اس سے بڑی بھارت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس دنیا کی زندگی کا تسلسل کبھی ختم نہ ہونے والی زندگی تک جا پہنچے۔ اس دنیا میں آئی اپنے آپ سے مٹھن ہو، دوسرا سے انسانوں کے لئے جس کے موسم میں سورج نیم بن جائے، اس کا ناتھ کے ہر درے کے لئے رحمت کا سبب بنے اور اپنے خالق سے اس کا وہ رشتہ قائم ہو جائے کہ وہ محبوں بھی ہو اور معلوم کے دائرے میں بھی آجائے۔ ہمارے دور میں مستقبلیات (Futuristics) کو ایک باخاطب علم کا دلچسپ حاصل ہو چکا ہے اور مستقبلیات کو ہماری دنیاوی زندگی کا حصہ ہنا دینا حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم زمین میزگروں میں سے ہے۔ ان ﷺ کے رب نے ان کی زندگی کے ہر لمحے اور پہلو کو ایک میزگرد دیا۔ ایسا یہ میزگرد جو روایت دوں سے ہے اور ایک عہد سے دوسرے عہد تک پہنچتا ہے۔ زیادہ درخشاں اور ناہاک ہو کس جنت اسی دنیا کا تسلسل اور اسی زندگی کا تکملہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بھارت، جس نے مونی کی موت کو کبھی دنیا پر حیات و نشاط ابد نہ دیا:

وَيَسِّرْ لِلَّذِينَ أَمْنَوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي فِيهَا
تَجْرِيَهَا الْأَنْهَارُ كُلُّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةِ رُزْقًا فَالْأُولَاءِ هُنَّ الْمُدْرِثُونَ
رُزْقُنَا مِنْ قَبْلٍ وَأَتُوْا بِهِ مُصَشَّابِهَا وَلَهُمْ فِيهَا أَرْوَاحٌ مُطَهَّرَةٌ وَ
هُمْ فِيهَا خَلِيلُوْنَ ۝ (۲۸)

اسے رسول ﷺ اُن لوگوں کو بھارت دیجئے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اعلیٰ صالح کو اپنالیا کر کیا کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے یقیناً نہیں چاری ہوں گی۔ ان باغوں کے پھل صورت میں دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے، جب کوئی پھل انہیں کھانے کے لئے دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ ایسے ہی پھل اس سے پہلے (دنیا میں) ہمیں عطا ہوئے تھے اور ان کے لئے وہاں پا کیزہ یہو یاں (اور جو زرے) ہوں گے اور وہاں وہ ہمیشور ہیں گے۔

اس بھارت میں جیسا کہ عرض کیا گیا زندگی کا تسلیم ابھی رکتا ہے سالی صالح کا اجر بھیشی فردوی زندگی ہے۔ اور اس تسلیم کی نتیجہ کئی گاؤں ہیں وہ پھل جو اس دنیا کے کھلوں کے مشاہد ہوں گے جن کی لذت اُس "بھیٹ خند" کے ہزوں کی ہم طرح ہوگی۔ یہ بخوبی ابھی رکھتا ہے کہ جت کی فضا اور لذتوں کی محیل پا کیزہ یوں سے ہوتی ہے۔ یہ یوں یاں ہیں جو اس دنیا میں بھی اسلامی معاشرے کو جنت کی مثال ہاتھی ہیں۔ یہ یوں یاں ہیں جو اس دنیا میں اپنے شوہروں کی عصمت قلب و نظر کا سبب بنتی ہیں، اسلامی معاشرے کی تعمیر کرنی ہیں اور یوں وہ بھارت کا درجہ رکھتی ہیں۔ اسی پس منظر میں درج ذیل آہت کے معانی ہم پر کھلتے ہیں اور یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ عوام اور اولاد کے ذکر کے بعد مومنوں کو فلاح کی نوبت کیوں دی گئی ہے۔

نَسَأُكُمْ حَرثٌ لَّكُمْ فَاتُوا حَرثًا كُمْ أُنِي شِئْمٌ وَقِدْمُوا
لَا نُفِسِّكُمْ وَأَنْقُوا اللَّهُ وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلْقُوهُ وَبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ

(۲۹)

تمہاری ہو رہیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ جس طرح چاہو اپنی کھیتوں میں چاوے، مگر اپنے مستقبل (کی) مگر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کر جھیں (ایک دن) اُس سے ملا ہے۔ (اور اے رسول ﷺ) ایں ایمان کو (سماں توں کی) بھارت دو۔

جنس ان لذتوں میں سے ایک ہے جو بہت سے انسانوں کو بے گام کر دیتی ہیں اور وہ مگر وہاں سے بے ہمہ ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں جامع کی اکثریت کا تعلق جنس سے ہے۔ شراب اور دسری ہم را بیان جنسی لذتوں کے جلو میں آتی ہیں۔ بچہ ہوت سے جنسی تعلقات بہت سے لوگوں کے لئے سب کچھ ہن جاتے ہیں۔ بت سچے تجربے، تنویر آنار پسندی اور آزار طلبی۔ آج کے مابول میں یہ قابل معلوم اور عام ہیں۔ اسلام میں ہوت تفسیجی کھلوانا نہیں ہے۔ بلکہ مردو ہوت کا جنسی تعلق ایک بڑا مقصود رکھتا ہے اور وہ ہے نسل انسانی کا تسلیم سانانی معاشرے میں اصل ذمہ داریاں تو اولادی بیویاں کے بعد شروع ہوتی ہیں اولاد کو رزقی طالع پر پالنا، اولاد کی تربیت، تعلیم اور تکمیلی، اور مستقبل کی مگر میں یہ سارے پہلو سوٹ آئے ہیں۔ اس میں یہ مضموم پوری طرح شامل ہے کہ تم جس نسل کو اپنے بعد اس کرہ ارش پر چھوڑ جاؤ وہ ہر اعتبر سے انسانیت کے کاروں کو عافیت کے راستوں پر آگے بڑھا سکے اور یوں ایسے لوگ بھارت کے مُحق ہیں جو

انسانیت کے سختیں کو جھوٹا رہتے ہیں اور ایسی نسلوں کو پناوارث رہتے ہیں جو اعلیٰ اندراجیات کی نمائندہ بن سکیں۔

بنا رست مونوں کے لئے ہے یہ مون وہ ہیں جو ایمان لائے، جو نیک اعمال کرتے ہیں جو اپنے میں اپنے اور انسانیت کے مقادات کا فخر رکھتے ہیں، اور پھر بنا رست کے سلطے ہی میں مونوں کے اوصاف یہاں کے گئے، واضح رہے کہ یہ اوصاف ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ان کے نبی خلیفہ صحبت نے پہلا کے ہیں۔ سرو رکا نکات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور وابغی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتیحین کو انبیاء کے کرام علیہم السلام کے بعد انسانی تاریخ کا سب سے برگزیدہ طبقہ بنادیا۔ اور ان کا پرتوہیں تا بھین، تجھنا بھین اور سلطانی امت کی زندگیوں میں ملتا ہے۔ یہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کہیجی جو قیامت تک الہما تی رہے گی اور جس کی نئی فصلیں انسانیت کی سرخروی اور سیرابی کا سامان ہم پہنچاتی رہیں گی۔

الصَّابِرُونَ الظِّلِّيْرُونَ الْحَمْدُلُونَ السَّائِحُونَ الرُّكَعُونَ السُّجَدُونَ
الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ النَّاهِرُونَ عَنِ الْمُنْكَرِوْنَ الْحَفِظُونَ لِلْحَذَرَدَ
اللَّهُ وَبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۳۰)

اللہ کی طرف بار بار پہنچے اور تو پر کرنے والے، اس کی عبادت کرنے والے، اس کی حمد کرنے والے، اس کی خاطر زمین میں گھومنے والے، معروف کا حکم دینے والے، بدی اور مکر سے روکنے والے اور اللہ کے حدود کی خلافت کرنے والے ساوے نبی ﷺ کی

ان مونوں کو (برفلح و سعادت کی) بنا رست دیجئے۔

انہیں مونوں کے سلطے میں اس سے پہلی آمدت (۳۰) میں فرمایا گیا کہ:

اللہ تعالیٰ نے مونوں سے ان کے جان (نفس) اور مال جنت کے عوض فریج لئے وہ
اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں، قتل ہوتے ہیں، اور قتل کرتے ہیں، ان کے لئے جنت کا
 وعدہ اللہ تعالیٰ کے ذمے ایک پنجت و عده ہے، تورات میں، انھیں میں اور قرآن میں۔

تو پہلی یہ توفیق، اللہ کی عبادت اور حمد کا یہ ذوق، ان کا جادو فی سختیں اللہ اور حصول علم کے لئے
جذبہ عسیاحت، امر بالمعروف اور نهى عن المکر کی پاسداری اور حدود واللہ کی خلافت کے لئے ان کی پوچکی۔

یہ سب محرر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت کا عکس تھا اور اج بھی کتاب اللہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے قول و اعمال کے عکس سے ہماری زندگی میں یہ ریگ اگھرتے ہیں۔ یہ ہے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے جاری و ساری ہونے کا ایک پہلو، اور یہ مقامِ محمدی ابدی، جاوداں اور مسلسل ہے۔ ہمارے مولا اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؐ کو اس باب میں کثا حساس بنادیا تھا اور کس طرح حدود اللہ کے ساتھ ساتھ وہ اپنے نفس اور کردار کی حقیقت کرتے تھے اُس کا اندازہ حدیث حظله سے ہو سکتا ہے:

حضرت حظله بن ربانی السیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن مجھے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) مطلا و رانیوں نے دریافت فرمایا "حظله کیا حال ہے؟" میں نے ان سے کہا "حظله منافق ہو گیا" رانیوں نے فرمایا "سبحان اللہ تم یہ کیا کہد رہے ہو۔" میں نے جواب دیا "جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ اور جنت کا ذکر کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم دوزخ اور جنت کو آنکھ سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ہم آپ کی مجلس سے لکل کر گھر آ جاتے ہیں تو یہی سچ، زین اور کاشکاری کی صور و غیاث میں کھو جاتے ہیں اور پھر ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔" حضرت ابو بکر نے یہ سن کر فرمایا "یہ کیفیت تو ہماری بھی ہو جاتی ہے۔" اس کے بعد (حضرت) ابو بکر اور میں، دونوں چل دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے عرض کیا رسول اللہ حظله منافق ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا "وہ کیسے؟" میں نے عرض کیا "صورت حال یہ ہے کہ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ جب ہمیں دوزخ اور جنت کا حال سن کر صحبت کرتے ہیں تو یہاں معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اور جنت ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور جب آپ کی مجلس سے لکل کر ہم گھر جاتے ہیں تو یہی سچوں اور کیفیت باڑی اور دنیا کے مشاٹل میں کھو جاتے ہیں اور سب کچھ بھول جاتے ہیں۔" یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم ہے اس ذات کی جس کے قبیلے میں میری جان ہے، اگر ہمیشہ تمہارا وہی حال رہے جو میری محفل اور صحبت میں ہوتا ہے اور تم ہمیشہ ذکر میں مشغول رہو تو فرشتہ تمہارے بیڑوں میں اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کیا کریں، لیکن اے حظله ایہ کافی ہے کہ یہ کیفیت واقعہ فوقاً رہا کرے۔" اور یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ (۲۲)

"قانیون" لمحن تو پکرنے والے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مومن با بارا اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اللہ ہی ان کی پناہ گاہ ہے جس کی طرف وہ لوٹ کرتے ہیں۔ بشرت کے تقاضوں کے تحت

ہم اللہ سے اپنے رشتے کی گمراہیوں اور اپنے فرائض کو حق طور پر بھول جاتے ہیں، لیکن پھر ایمان میں با رگاہ صمدیت میں توپ اور دمادت کے ساتھ واپس لے جاتا ہے۔ ہماری ہر لغزش توپ کے ساتھی میں ڈھل کر ہماری بارہ فریبی کا سبب بنتی ہے۔ ”یعنی بار بار کی توپ اور سکن رہ رہ کر خدا کی طرف پلتا اور ہر لغزش کے بعد وفاداری کی راہ پر واپس آنہاں ایمان کے دوام و ثبات کا خامنہ ہے۔“ (۳۳)

ہر بیانات ان مومنوں کے لئے ہے جن کا ہر قدم دین کی سر بلندی اور جہاد کے لئے گھر سے لکھتا ہے سانحون۔ یہ لفظ سیاحت سے مأخوذه ہے، مگر یہ شرط ضریب کا قول ہے کہ سانحون کا لفظ صائمون یعنی روزہ داروں کے لئے استعمال ہوا ہے، لیکن بعض روایتوں میں اس کا لفظ ہوم جہا و کجھی ہاتھی گیا ہے اور ہم نے اسی مظہوم کا اختیار کیا ہے۔ ”ابن ماجہ، حاکم، یعنی نے سید مجھ رواہت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

سیاحۃ اُمّتی الجہاد فی سبیل اللہ۔ (۳۴)

یعنی اس امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے، (۳۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیاناتیں رجوع کرنے والوں، حمد کرنے والوں، جہاد کرنے والوں، امر بالمعروف اور نهى عن المکر کو اپانے والوں کے لئے ہیں اور یہ تمام خصوصیات حدود اللہ کی اطاعت کرنے والوں میں سے آتی ہیں ساختلوں بعد واللہ مسلمان کی انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی، اس کی سیاست ہو یا میہمت، اس کا نظام اقتدار ہو یا سلسلہ عبادات، اس کا اخلاق ہو یا معاشرت، اس کے عمل چھوٹی ہو یا بڑی وہ اللہ تعالیٰ کی مقترن کردہ حدود اور خالیوں کا اپنے عمل کے ذریعے منظم کرنا ہے اور یوں کہ اس کے عمل سے حدود اللہ کا خاکرنا ہوں کے سامنے انجمن کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طبیباً ہر لمحہ حالت حدود اللہ کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ حج و داع، حدود اللہ کی حرمت اور بحکیم و تحسیل کا نظر تھا کہ کار رمالت مکمل ہو چکا تھا۔ خطبہ، چیز الوداع میں آپ ﷺ نے اسلام کی ہٹلی دوں کو واضح کیا اور شرک و جہالت کی بیانادیں منہدم کر دیں۔ سائل خون کرنا، مال غصب کرنا اور آبرو ریزی کرنا، جہالت کی تمام یا توں اور مردیہ کا مول کا اپنے قدموں کے نیچے پا مال کر دیا، جہالت کا سوداگل کا کل آپ ﷺ نے ختم فرمادیا۔ یورتوں کے ساتھ صحن سلوک کی تلقین کی۔ امت کو آپ نے کتاب اللہ کے ساتھ مہفوظی سے وابستہ رہنے کی وصیت کی۔ آپ نے لوگوں کو یہ بھی تلقین فرمائی کہ دیکھو میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا جو ایک دوسرے کی

گردن مارتے رہتے ہیں۔ خیر دا ظلم نہ کر۔ کسی مسلمان کے مال میں سے کچھ لینا جائز نہیں۔ جس کے پاس کوئی امانت ہو وہ صاحب امانت کو اپس کر دے۔ (۳۶) نہایت اختصار کے ساتھ جیہے الوداع کے حوالے سے حدو داللہ کا ذکر کیا گیا، ورنہ سروکا نکات صلی اللہ علیہ وسلم نے عملًا حدو داللہ کی جس طرح حافظت کی وہ خود ایک مستقل کتاب کا موضوع ہے۔ نبی پر حن صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر یہ بات اپنے عمل سے واضح فرمادی کہ بھارت کے سُقْنِ مومن اللہ کی حدو دی کی حافظت خود کی کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی کرتے ہیں اور یوں وہ معاشرہ وجود میں آتا ہے جو حدو داللہ کا اجتماعی نمونہ ہوتا ہے۔

المزار اور تبیہر کے ذکر کے ساتھ قرآن حکیم نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ رسول، ہمیشہ انسان ہوتا ہے۔ وہ انسان جو اپنے معاشرے کے بر مرض سے باخبر ہوتا ہے اور جس کا وہ جو داللہ کی عظمت و کبریائی کی چیلی شہادت ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے معاشرے کے مصائب، کمزوریوں اور تمام رحمات سے بالآخر اور پاک ہوتا ہے اور جس کا ہر قول و جی ایسی کی روشنی سے منور ہوتا ہے اور معاشرے کو بھی روشن کرنا ہے۔ لیکن انسانوں نے ہر دور میں، جب تک سلسلہ رسالت جاری رہا، اس بات پر تجھ کا انکھار کیا کہ یہ کیسے رسول ہیں جو بنازوں میں چلنے پھرتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں، حواسِ ضروری سے بالآخر نہیں بھفر و فاذ کرتے ہیں، عام انسانوں کی طرح بیمار پڑتے ہیں، اونتو اور بسا اوقات دوسروں سے قرض بھی لیتے ہیں، بات یہ ہے کہ یہ مسکرا کافر منصب رسالت سے بے خبر تھے، رشد و بد امانت سے انہیں کوئی واسطہ نہ تھا، وہ مجری، بازی گری اور فرمبی نظر کو اپنائے کمالی انسانیت کی سمجھتے تھے۔ وہ تو اس کلام کی ماہیت کو بھی کچھ سے قاصر تھے جو ان کی ہدایت کے لئے رسولوں پر نازل ہوتا تھا۔ اور بالخصوص قرآن حکیم جو لوگوں کو حکمت و دالش کی حقیقوں سے آشنا کرنے کے لئے نازل ہوا۔ وہ حکمت و دالش جس کو اپنانے والوں نے صدیوں کا سفر بر سوں میں طے کیا۔

الَّذِي تُلِكَ أَيْثُ الْكِتَابُ الْحَكِيمُ ۝ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنَّ أَوْ

حَيَّسَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الظَّمِينَ أَمْنُوا أَنَّ لَهُمْ

فَلَمَّا صَلِقَ عَنْدَ رَبِّهِمْ ۝ قَالَ الْكُفَّارُونَ إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ مُّبِينٌ

(۳۶) ۝

ال ر۔ یہ کتاب بحکمت و دالش کی آیات ہیں، کیا لوگوں کے لئے یہ (بہت) عجیب بات

ہے کہ ہم نے انہیں میں سے ایک آدمی کی طرف وہی بھیجی کروہ (غافلین کو) جسے
کرے اور (آن کے نتائج اعمال سے) ذرا نئے اور ایمان والوں کو بٹارت دے۔ کہ
اپنے رب کے ہاں آن کا پایہ بچا ہے (ادمان کے لئے چیزیں اور سفر فرازی ہے اور
اس وہی وصافت سے بھاگنے کے لئے) کافر کہنے لگے کہ یہ تو صریح اور کھلا سارا حارہ
چاہو گر ہے۔

رسول کی بشریت کو قرآن مجید نے بارہ بیان کیا ہے، اور مختلف سیاق و سہاق میں اس طرح کہ
اس بشریت کے مختلف پہلو ابھر آئیں۔ یہاں الس، حروف مقطعات کے بعد یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ حروف
مقطعات اللہ اور رسول کے درمیان رمز بندی اور رمز کشائی (Encoding Decoding) کی ایک
صورت ہیں اور اہل ایمان کے لئے اخراج ایمان کی ایک سورت، ابھاریے کہ قرآن مجید کا آغاز یہ الم سے
ہوا اور ان پر ایمان کی بیانیں پھر ہمارے سالام کی بیانیں تھیں ہے۔ حروف مقطعات کی تحریریں اور تفسیریں موجود
ہیں، مگر ہمارے سالام کو ان کی حاجت نہیں۔ یہاں یہ کشہر وہارے سائنسات نا ہے کہ ایسے اکثر مواقعات پر
اللہ کی کتاب کا ذکر نا ہے۔ یہاں بھی آیات کلام اللہ کے ذکر کے بعد رسول، وہی، مددیر اور تیہیر کا ذکر آیا
ہے اور اس سنت کو بیان کیا گیا ہے کہ رسول کا لوگوں ہی میں سے ہوا ضروری ہے کیونکہ وہ اپنی قوم کی
نفیات، آن کی عادات، سماجی اور روحانی رسم و میہمات سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے۔ پھر اگر انہاں کو کسے
فرمیت رسول ہنا کہ بھیج جائے تو وہ انسانی تقاضوں کے سلسلے میں کس طرح آن کی رہنمائی کر سکتے تھے اور
اسی کے ساتھ ساتھ آن کے ذہنوں میں انہیں کے محاورے، اسالیہ بیان اور قوی روایات کے پیش مظہر میں
کس طرح نئے تصورات کو اس طرح پیش کر سکتے تھے کروہ، آن کا عمل بن سکتے، بلکہ انہیں نئے نظامِ زیست کا
فائدہ ہادیتے۔

پھر آن رسولوں کی نندگی انہیں لوگوں کے درمیان گزری تھی۔ وہ آن کے کردار صدق، بے نسبی،
قریانی اور ہر خوبی سے آگاہ تھے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ڈوی نبوت کے سلسلے میں یہ بھی
فرمایا تھا کہ اے لوگوں میں نے اپنی ایک عمر تھا رے درمیان گزری ایسی ہے۔ پھر تم علی سے کام کیوں نہیں لیتے۔
یہ آہت بھی سورہ یوسف میں آتی ہے اور اس سے قرآن مجید کے لفظ و ترتیب اور محتویات کے سنتے ہی باب
کھلائے چلے جاتے ہیں مایہے سنتے ہی مقامات اس کتابِ ربیلی میں موجود ہیں۔

فُلْ لُوْهَاءِ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَذْرَكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْ

فِيْكُمْ غُمْرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ (۳۸)

اے رسول! کہہ دیجئے کہ اللہ اگر چاہتا تو میں تمہارے سامنے یہ قرآن نہ سنتا، اور

جھیں اللہ اس کی خبر نکل نہ دیتا۔ آخوند میں اس سے پہلے ایک عمر تمہارے درمیان گزار

چکا ہوں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے اور اس کے بارے میں بھی نہیں سوچتے۔

اس ایک آہت میں خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی بے غمار، روشن اور کامل ترین زندگی ہی جنمیں

ست آئی ہے بلکہ ہوئی نبوت کے ساتھ ہی جس طرح ان کی ذات گرامی اللہ کے کلام کی تہجان بھی، جس

طرح ان کی زبان کے مطلع سے آفاقی و ادائی اور حکمت کا سورج طوضع ہوا اور اقصائے عالم کو منور کرنے لگا،

اس کا مکمل مرقع بھی موجود ہے۔ یہ بات تو قریبیں جانتے ہی تھے کہ مجھے صادق ہیں، انہیں ہیں، دوسروں

کے دروازہ اور غم کا غلکاناً ان کا قلب ہے، وہ اپنے معاشرے کے بھی خواہ اور خیر طلب ہیں۔ اور یہ دوسرا پہلو بھی

تو ان کے سامنے تھا کہ چالیس سال کی عمر تک آپ نے ایسی باتیں بھی نہیں کی تھیں۔ وہ باتیں جن میں

ذردا بھی تھا اور بیٹھ رہت بھی۔ وہ باتیں جو ایک جہاں نوکی تغیری کی پہلی ایٹھیں تھیں، وہ باتیں جن میں ایک عظیم

انسانی انقلاب کی خوبیوں بھی اور روشنی بھی، وہ باتیں جن میں اقوام سماںہ کی روکنا دیکھی تھی، مگر وہ جبرت زده

معاشرہ و اتنی تو ادائی اور اپنے معاشرے کے جاپانہ معتقدات سے لٹکنے کی ہمت سے بھی محروم تھا اور پھر

عظیمتر رسول اور انسان نے انہیں آیات حکمت و دوائل سے میدار کیا اور انہیں اس قابل ہنلا کر وہ اپنے تنائی

اعمال کا تجربہ کر سکیں۔ اور فرمان و تعلیماتی الہی کے بتائیں کو اللہ تعالیٰ نے یوں سمیٹ لیا۔

أَنَّ لَهُمْ فَلْدَمَ صَلَقِ عَنْدَ رَبِّهِمْ - (۳۹)

اپنے رب کے ہاں ان کا پالا سچا ہے اور ان کے لئے کچی عزت اور سرفرازی ہے۔

اس سے مکمل، اس سے جامع اور ہر سعادت و برکت پر محیط بیٹھ رہنے والوں میں رب مجھے صاحب

کے سوا اور کون دے سکتا ہے۔ لیکن انکا رکنے والوں نے شیر صادق کو "ساحر" کہا۔ یہ کفر اور کافروں کی

پراگنڈہ واقعی اور انتہا رنگرکا شوت ہے۔ وہ کسی ایک بات پر بھی متعلق نہ ہو سکے۔ بھی ساحر کہا، بھی مسحور، بھی

شاعر کہا اور کسی کا ہن سما جتو نظر بندی کرنا ہے، وہ نظر کشانی سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا، رسول تو بصیرت عطا

کرنا ہے، زمین و آسمان کے حقائق کو اپنے رب کے حکم سے آہنگار کرنا ہے اور انسانوں کے راستوں کو

جگہ دینا ہے۔ جہل و کفر کی تاریکیوں کی جگہ ایمان کی روشنی لے لئی ہے، ذہن کا ہر گوش جالوں سے پاک ہو جائے ہے۔

بٹا توں کا یہ سلسلہ اور مختلف پہلو قرآن مجید میں جامعجاہیان ہوئے ہیں اور اس طرح کہ پوری انسانی زندگی ان بٹا توں کے دائرے میں آ جاتی ہے۔ ایمان تو وہ تجارت ہے جس میں آدمی دینا کی طرف سے مذمود کر اللہ اور اس کے رسول کا پانچ لئے چون لیتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس کا دلی غنی ہر دو جہاں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اللہ اور رسول پر ایمان لا کروہ ہر باطل، ہر طاغوت، ہر ضلال اور ہر گمراہی کی ہر زدیدی تینیں کرتا بلکہ وہ اس سارے نظام کو جس سہ کر دیتا ہے اور انسان دیکھ لیتا ہے کہ باطل ہیت عکبوتوں ہے اور اس سے کمزور رکیا چیز ہو گئی؟ وہ اللہ کی راہ میں اپنی مر صلاحیت کے ساتھ چاد کرتا ہے۔ میں وہ لوگ ہیں کہ جنتیں جن کی خاطر ہیں اور مکان کو مکین سے شرف حاصل ہوتا ہے۔ میں وہ مومن ہیں جن کے لئے اللہ کی فضیلت اہمیت حقیقت رہی ہے۔ میں وہ مردان حق تھے، اور میں وہ مردان حق ہیں جو نارخ کی شاہ را ہوں کو منور کرتے رہیں گے۔ وہی ان بٹا توں کے مصدق تھے اور ہیں گے۔

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَا مُؤْمِنُوكُمْ وَ
أَنْفَسِكُمْ - ذَالِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ يَغْفِرُ لَكُمْ
ذُنُوبُكُمْ وَيُلْدِخُلُكُمْ جَنَاحُتْ تَجْهِيْرِيْ مِنْ تَحْيِيْها الْأَنْهَارُ مَسِكِنٌ
طَيِّبَهُ فِيْ جَنَاحِتْ عَدِنِ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○ وَآخِرَى تُرْجِبُونَهَا
نَصْرٌ مِنْ اللَّهِ وَفَقْعَنْ قَرِيبٌ وَبَشِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ○ (٤٠)

ایمان لا اؤ اللہ اور اس کے رسول پر، اور اللہ کے راستے میں اپنے ماں اور جانوں (ہر صلاحیت) سے جاہد کرو۔ میں بہتر تھا میرے حق میں اگر تم کچھ (اور عقل و شعور کے) ہو (اللہ تعالیٰ تھا میرے گناہوں کو بخش دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہیں ہوتی ہیں، اور بیشتر بنے والی جنتوں میں تھیں بہترین (او رعاف سترے) مکان اور مسکن عطا کرے گا۔ یہ ہے ہزاری کامیابی اور فتوح عظیم اور را یک اور چیز جو تم چاہیے ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضیلت اور جلد حاصل ہونے والی فتح۔ اور اے نبی ﷺ! اہل ایمان کو یہ بشارت سنادیجے۔

قرآن حکیم اور نبی حرم مصلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارتیں مومن کو زمانے کو بدلتے اور سوزنے والی قوت بنا دیتی ہیں۔ زمانہ اس سے پچ کرپا نظر لے کرنے میں عافیت محسوس کرنا ہے کیونکہ اس کے ہنگاموں کی تاب نہیں لاسکتا۔ مسلمان کی محیر، اس کے کل، اعلاءِ حق نے وقت کے علم کو ردیا۔

کہتا ہے زمانے سے یہ درویش جوں مرد
جانا ہے چھڑ بندہ حق، تو بھی ادھر جا
ہنگے ہیں میرے تری طاقت سے زیادہ
پیٹا ہوا بگاہ قلندر سے گزر جا
میں کشی و ملاح کا تجاح نہ ہوں گا
چڑھتا ہوا دریا ہے اگر ٹو تو از جا
توڑا نہیں چادو مری محیر نے تیرا؟
ہے تھوڑے میں سکرنے کی جرأت تو سکر جا
مر و مہ و انہم کا محاسب ہے قلندر
الام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

شاملہ

رسالت و نبوت کے بعد محدث و شہید پر مختصر گفتگو قرآن حکیم کی روشنی میں کی گئی۔ رسول بشیر وہ مذکور ہونے کے ساتھ ساتھ بلند ترین معاملی میں شاہد و شہید بھی ہوتا ہے اور اس کی یہ حیثیت اور مقام بشارت و حسنی بر کا تکملہ ہے۔ ہمارے ایک بہت بڑے عالم اور صاحب نظر بزرگ کی طرف یہ قول مسوب کیا جاتا ہے (میں نے راست نہیں پڑھا ہے) کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی میں ہر کمال موجود تھا، شہادت کے علاوہ، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی کو ان کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ذریعے پورا کیا۔ میں اس رجل کی تھر کے لئے اللہ تعالیٰ سے مفترض کی دعا کرنا ہوں اگر انہوں نے یہ بات لکھی ہے، لیکن تمام رسولوں کو شہادت کا درجہ حاصل ہے اور ختم الرسل مصلی اللہ علیہ وسلم تو مرتبہ شہادت عظیمی پر فائز ہیں۔

شہید کس ذوق، کبھی سرمستی اور کیسے عاشقانہ امداد میں اپنی جان کا نذر رانہ اپنے رب کے حضور

پیش کر دیتا ہے کیونکہ جنت کا نظارہ اسی دنیا میں کر لیتا ہے۔ شہادت کے معانی یہں موجود ہوا، حاضر ہوا، شہید ان حقائق کو پیش کر دیتا ہے جو دوسروں کے دائرہ بصارت و بصیرت سے باہر ہوتے ہیں۔ شہید کے لئے وہ چیزیں بھی دائرہ دینہ و دراک میں شامل ہوتی ہیں جو دوسروں کے لئے غیر ہیں۔ شبِ عراق، صاحبِ عراق صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائکہ، جنتوں اور جہنم کو دیکھا، انہیاں کرام علمیم السلام سے ملاقات کی، ان کی امامت فرمائی اور آنے والے دوار کا مشاہدہ بھی کیا۔ تمام انجیاء انہیں صداقتوں کی طرف انسانوں کو دعوت دیتے ہیں جن کا انہوں نے خود مشاہدہ کیا ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حیات بعد الحمات پر جس دینجہ یقین ہو گا ہم تو اس کا امدازہ بھی نہیں کر سکتے، لیکن انہیں یہ حقیقت ایک شخصی مشاہدے کے طور پر قوم کے سامنے پیش کرنی تھی:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَبْرَىءِنِي كَيْفَ تُخْبِي الْمُؤْنَىٰ— قَالَ أَوْلَئِمْ
تُؤْمِنُنِ طَقَالَ بَلْلَىٰ وَلِكَنْ لِيَطْمَمِنْ فَلَبِىٰ طَقَالَ فَخُدَدَ أَرْبَعَةَ مِنْ
الظَّيْرِ فَصَرَهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ أَجْعَلَ عَلَىٰ كُلِّ جَهَنَّمَ بَنْهَنَ جُزُءَ اثْمَ
أَدْغَهُنَّ يَا تَشَكَّكَ سَعْيًا طَ وَأَغْلَمَ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (۳)

اور (وہ موقع بھی سامنے رکھے) جب ابراہیم نے کہا کہ اے رب مجھے دکھا دے کہ تو مرویوں کو کس طرح زندہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم (حیات بعد الموت پر) ایمان نہیں رکھتے؟ حضرت ابراہیم نے کہا ایمان تو رکھتا ہوں مگر قلب کا اطمینان درکار ہے۔ رب جلیل نے فرمایا کہ اچھا چار پردے لے لو اور ان کا پہنچ آپ سے مانوں کرلو (پھر ان کو کاٹ کر) اٹھا ایک ایک بکلا الگ الگ پہاڑوں پر رکھو۔ پھر ان کا واز دو۔ وہ تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ خوب چان لو کہ اللہ نہایت صاحبِ اقتدار اور صاحبِ محکمت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصی کیفیت اور اطمینان کی کامدازہ اس سے پہلی آمد نمبر ۲۵۹ سے ہو سکتا ہے جس میں ایک ایسے شخص کا مذکور ہے جو ایک شہر مردہ سے گزرے۔ کافیوں کی چیزیں بیٹھ گئی تھیں اور دیواریں اُن جیتوں پر بلے کی صورت پڑی ہوئی تھیں۔ اس کے ذہن میں یہ سوال اخراج کر اللہ تعالیٰ اس بلے میں دبے ہوئے لوگوں کو قیامت کے دن کیسے زندہ کریں گے۔ اس کی اس جوست کا جواب یوں دیا گیا

کس بورس کے لئے اُس کی بوج قبضہ کرنی گئی اور جب وہ پھر زندگی کی طرف لَاو تو اُس سے پوچھا گیا کہ تم موت کی حالت میں کتنی مدت رہے۔ اُس نے جواب دیا ایک دن یا اس سے کچھ کم۔ فرمایا گیا کہ نہیں سو برس۔ تیرا جسم ہر تھمہ سے محفوظ رہا، کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ستری، مگر تیر گدھا مار کر ڈھانچا بن گیا ہے اور پھر اس کے گدھے کو اُس کی نظروں کے سامنے نہ دکھانی دیا گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کو حیات بعد الہمات پر یقینیں کامل تھیں، مگر اس کی مختلف صورتوں، حالتوں اور کیفیتوں کا علم نہیں تھا، اسی لئے انہوں نے اپنے رب سے سوال کیا تا کہ اپنی قوم کو ہاتھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں چار پردے پالنے کا حکم دیا تا کہ شاخت میں کوئی شبہ نہ رہ جائے۔ پھر وہ ذبح شدہ پردے جو کران کی آواز پر پڑتے ہوئے (اڑتے ہوئے نہیں) چار پہاڑوں کی مسافت تک کر کے ان کے پاس آ گئے۔ یہ اجدا کے کیک چان ہونے کی تفصیل بیان کرنے کا موقع نہیں، مگر اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی ذرات پھیٹھ ہو کر کیسے اپنا دباؤ جو دلپیں گے۔

حیات بعد الموت اور آخرت کا مسئلہ ہر درمیں شرکیں کے لئے سب سے مشکل مسئلہ رہا ہے۔ قرآن کریم کی کمی آیات میں تو حیدر اور آخرت کو بھی دی اہمیت حاصل رہی ہے، اور انہیاً میں کرامؓ کو اس حقیقت کا شاهد ہایا گیا ہے، اور جادوی کمیل اللہ میں حصہ لینے والے بھی اسی شہادت کو اپنی زندگی کا حاصل فرار دیتے ہیں۔

قرآن حکیم نے نبی آخراً زماں اور رسولی ہر زمان و مکان کے شاہد ہونے کا ذکر ان کے مبشر مذیع، داعی اللہ اور سراج منیر کے ساتھ فرمایا ہے اور اس سے آپ کی ان صفات اور حیثیتوں کا روشنی اور سلمہ ہمارے سامنے آتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللّٰهُ يَأْذِنُهُ وَيُسَرِّا جَاءَ مُبِينًا (۲۲)

اے نبی ﷺ! ہم نے تم کو شاہد (اور گواہ) اور بیٹھ دینے والا اور ذرا نے والا بنا کر بھیجا ہے، اللہ کی اجازت سے اس کی طرف ہوت دینے والا اور وہیں جا گئی سورج بنا کر۔

یہ مقام شہادت عجیب ہے اور اس کی کوئی نظر انسانی تاریخ میں نہیں۔ حضرت ابو سعید خدراؓ سے

مردی ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تمہارے نبی نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا تھا تو وہ انکار کر دیں گے۔ حضرت نوح سے سوال کیا جائے گا کہ تمہارا دوستی ہے کہ تم نے وہی الٰہی اپنی قوم تک پہنچا دی۔ کیا تمہارا کوئی شاہد ہے تو وہ جواب دیں گے محدث مصلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت“ قوم نوح جہاں کہے گی کہ یہ لوگ تو ہمارے بہت بعد آئے، یہ کیسے شہادت دے سکتے ہیں۔ امجد محمدیہ (علی صاحبہا الف الف سلام) کے گی کہ حضرت نوح کی تسلیعِ جدو جہد اور جان فشائی کی خبر ہمارے رسول اور مخبر صادق مصلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دی تھی اور یہ خبر ہمیں ان کے ذریعے عطا کی جانے والی آخری کتاب اللہ کے ذریعے میں۔ رسول اُس وجہ اپنی شہادت سے اپنی امت کی شہادت کی تو یہی فرمائیں گے۔ یہ شہادت اُس سراجِ منیر کی شہادت ہو گی جس کے تکلیف روشن سے تمام مونوں کے قلوب روشن اور منور ہیں۔ مصلی اللہ علیہ وسلم۔ اور روشنی کا یہ سلسلہ آج تک بھی جاری و ساری ہے۔ جس کا تکلیف حضور مصلی اللہ علیہ وسلم کے اسودہ حصہ کی روشنی سے ہتنا روشن ہو گا، اسی درجہ وہ معتبر ہو گا۔ (۲۳) ایک غمی نکاح اس نکنگو سے یہی ہمارے سامنے آتا ہے کہ حضور مصلی اللہ علیہ وسلم کی بحثِ محض ایک رسول کی بحث نہ تھی بلکہ اپ کے ساتھ ایک امت بھی مبجوض ہوئی جو ختمِ الامم ہے۔

حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کئی عظیم، کئی یہدی جدت ہے۔ قائل فی سَبِّ الْأَنْوَافِ اللَّهُمَّ إِنَّ اللَّهَ كَارِسُ الْأَرْضِ
سب سے آگے تھا۔ اور احمد اپ کے دانوں کی شہادت کا شاہد ہے، اور اپ کے ایک دو دن مبارک کی
شہادت لاکھوں نفوس کی شہادت سے عظیم تر ہے۔

رسول مصلی اللہ علیہ وسلم کے دوچھہ شہادت کا کئی مقامات پر تذکرہ ملتا ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيرًا۔ (۲۴)

اسے رسول ہم نے آپ کو شاہد، بیاثرت دینے والا اور نذیر ہنا کہ بھیجا ہے۔ (۲۵)

شاہد کا ترجیح گواہ کے علاوہ حق کا انہما کرنے والا بھی کیا گیا ہے۔ (شاہد مصلی اللہ علیہ وسلم) اور اس ترجیح میں مذرا نہ جان پیش کرنے والے شہید کا معنوی پہلو بھی ہری حدیک کرتا ہے۔ انہما حق بدن، أحد، خلق اور خود کے میدانوں میں کیا جاتا ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى

فِرْعَوْنَ رَسُولاً ۝ (۲۶)

ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول جو تمہاری باقوں اور اعمال کا شاہد ہے، جیسے ہم نے

بیچجا فرعون کی طرف رسول۔

رسول اپنی امت کا شاہد اور مگر اس ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ کا تذکرہ اس لئے کیا گیا کہ رسولوں کی شہادت اور ان کی امتوں کا طریقہ عمل اور ان کی یکسانیت اچاگر ہو سکے۔ ان رسولوں نے اپنی قوموں کا اس دن کی ہولناکی سے خیردار کیا جو جانوں کو بیویتھا کر دے گی، اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت تمام نہیں کام کے وائے فرائض نبوت کی شہادت ہو گی۔ یہ ہے اس وجود کی عظمیٰ شہادت جو اس وقت بھی نبی تھا جب سیدنا آدم علیہ السلام متی اور پرانی کے درمیان تھے۔ (۲۷) اور جو دو جو داس وقت بھی ہوا رہا شاہد ہے جب ہماری ظاہری ظہروں سے اس کو اوپر جل ہوئے چڑھا صدیاں گزر چکی جیسی اور جو وقت کے آڑی نقطہ تک ہوا رہا شاہد رہے گا۔ اور یہ شاہد اور شہید اس ثبت مفت دل کا لکھ کر دوسروں کی کتابی علی بھی اس کے دل کھوؤں اور آنکھوں کا غلبہ کر دے گی:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ^۱ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى
هُلُولاً شَهِيدًا ۝ (۲۸)

اور اس وقت یہ کیا کریں گے جب تم ہر امت میں سے ایک شہید (گواہ) اور حال کشیدہ الابداں میں گے اور آپ کو بھی ان پر احوال بتانے والے شہید کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔

یوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر شہید ہوں گے اور چونکہ آپ کی نبوت تا قیام قیامت جاری رہے گی، اس لئے آپ کی شہادت کے درجے کا اہمیں کوئی اندازہ نہیں ساں سے پہلے یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ آپ (اور آپ کی امت بھی) امام مساجد کے بارے میں شہادت دے گی اسی امت کے سلطنت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک حدیث ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

بِحَمْ سَعِ نَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعْلَمُ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ^۲ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا
رَسُولَ اللَّهِ مِنْ آپَ كَوْرَآنَ پُزْهَرَ كَرَسَاؤُونَ؟ قَرْآنَ توَآپَ پُرَنَّا زَلَ ہُوَنَا ہے۔ آپ
نَعْلَمُ فَرِمَالِيَہَا (پُزْهَرَ كَرَسَاؤُونَ) پَسَ مَنْ نَعْلَمُ سُورَةِ النَّاسِ كِي قَرَأَتْ شَرُوعَ كِي اُور جَب
مَنْ اَسَّمَتْ پُرَنَّا فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ^۳ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا
بِكَ عَلَى هُلُولاً شَهِيدًا ۝ توَآپَ نَعْلَمُ فَرِمَالِيَہَا کَبِسَ کَاتِنَا ہے۔ اُور جَب
مَنْ نَعْلَمُ آپَ کِي طَرَفَ دِيَکَھَا توَآپَ نَعْلَمُ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور جَب
آپ کے گریبے اختیار کی جو ناویں علامہ قسطلانی نے کی ہے وہ دل کو چھو لینے والی ہے۔ آپ

کے سامنے وقت شہادت کا مظہر و روتی روشن آ گیا اور اپنی امت کے بے علوں اور بد علوں کی کیفیت نے آپ کے دل کو مطرد کر دیا، یہ بات آپ کے سامنے آ چکی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کی امت انہی ائمہ سائیں کے حق میں ان کی امتوں کے اکابر باطل کے سلسلے میں گواہ دے گی۔ ذرا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ اور طور پر فرمائیے کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو امیت و سط کے مقام بلند پر فائز فرمایا۔ اس مقام بلند کے نتیجے کے طور پر یہ امت عالم انسانیت پر گواہ بن گئی اور آپ اس امت کے گواہ اور شہید ہنانے لگئے۔ یہ بات جس سلسلہ کام اور پیش میریں بیان کی گئی ہے اس کو اس جگہ پیش کرنے سے ”وسط“ اور ”شہید“ دونوں اصطلاحوں کے معانی واضح تر ہو جائیں گے۔

وَكَذِيلَكَ جَعْلَنَّكُمْ أُمَّةً وَسَطَا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُونُ الرَّسُولُ خَلِيلَكُمْ شَهِيدًا ۝ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتُ
عَلَيْهَا إِلَّا لِتَعْلَمَ مَنْ يَتَبَعِّبُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يُنْقَلِبُ ۝ عَلَى عَقْبَيْهِ ۝
إِنْ گَائِثَ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۝ وَمَا كَانَ اللَّهُ
لِيَضْطَبِعَ إِيمَانَكُمْ ۝ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ ۝ رَجِيمٌ ۝ (۵۰)

اور اس طرح ہم نے تم کو امت و سط بتا دیا ہے تا کہ تم عالم انسانیت پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہو اور جس طرف ہم نے قبیلہ مقرر کیا تھا (کہم اور روح کرو) تو یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کون رسول کا نالع رہے گا اور کون اتنے پاؤں پھر جائے گا۔ بے شکخت بات تھی، سو اے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی ہدایت سے فیض یا ب تھے اور جن کو اللہ نے راہ دکھائی، بے شکل اللہ لوگوں پر بہت ثقیل اور رحیم ہے۔

ہادی اعظم جن والیں شہادت عظیٰ کے آخری مقام پر فائز تھے، اور یہ شہادت ایک ایسی ذمہ داری ہے کہ آپ کے اجاتی کے نتیجے میں ابھی مسلم بھی انسانوں پر شاہد بن گئی سماں مرتبے اور ذمہ داری نے اُسے امیت و سط بتا دیا ہے۔ امیت و سط کے مقام شوق اور مرتبہ بلندی سے ہمارے پیش رکھنے والے آسان گز رکھنے ہیں۔ اور دریافتی را پر چلنے والی امت کہ کہا گے ہے۔ بیک پر سامنے کے متنی ہیں، مگر اس سے مراد و انسانی جماعت ہے جو حدل کو قائم کرتی ہے۔ زندگی کے ہر شبیہ میں عدل کا پیغمبر اور راضیہ عمل کی بنیاد بناتی ہے جس سے اُس کے افراد کی زندگی میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ اور معاشرہ ہر رہا ہماری سے دور رہتا ہے۔ بنیادی انسانی حقوق کے لئے کسی حریک کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ یہ حقوق ہر انسان کو اسی طرح

مل جاتے ہیں جیسے جانکی جاندنی اور سورج کی روشنی، اور یقود ملت ہے جسے حکم دیا گیا ہے کوعدل کے ساتھ گواہی دو خواہد تمہارے تقریباً بولدین اور خود تمہاری ذات کے خلاف جاتی ہو۔ اعتدال ہی صحت ہے اور اعتدال ہی حسن ہے۔ بڑھاپے کی ہر کیفیت کو میرزا غالب نے کس طرح ایک شعر میں سیکھ لیا ہے۔

ہو گئے محفل قوی غالب
اب عاصر میں اعتدال کہاں
اور جماليات کا مطالعہ کرنے والا ہر طالب علم جاتا ہے کہ جمال کے بارے میں سچتے ہی نظریے ہیں اور حسن کی سچتی ہی تعریض یہاں کی گئی ہیں مگر بات یہاں پر آ کر ختم ہوتی ہے کہ اجازت کے درمیان اعتدال کامل ہی حسن ہے۔

پھر آدمی کے بارے میں یہ کھلکھلی ذہن میں رہے کہ
آدمی کو بھی مصر نہیں انسان ہوا
جو غصر آدمی کو انسان بنانا ہے وہ بھی عدل ہے۔ روحانی، اخلاقی، فکری، سماجی اور جسمانی اعتدال انبیاء کرام کی بخشش اور آسمانی کتابوں کے نزول کا بینادی مقصد ہی یہی ہے کہ لوگ عدل پر قائم ہوں اور معاشرے کے عدل پر قائم رکھیں۔

لِيَقُومُ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ (۵)

کائنات حق اور عدل کی بنیادوں پر قائم کی گئی ہے اور امّت مسلم کو امت وسط کہ کراس کو اس کے فرانک اور مراہب یاد دلائے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہ مرتبہ اس کے فرض کی ادائیگی سے وابستہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عادل ترین انسان تھے اسی لئے وہ شہادت کے مٹاٹی پکڑ ہیں۔ قرآن مجید کتاب عدل ہے جو انسانی معاشرے کو ہر فساد، ہر بھواری، ہر عالم سے چھاتی ہے۔ مسلمان اگر عدل اور اعتدال کی روشنی کو چھوڑ دے تو وہ انسانوں پر شاہد نہیں رہے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلاپ اطہر کے لئے خم، دکھا و جراحت کا سبب بنے گا۔

ہم نے اس آیت کے پس منظر کی طرف اشارہ کیا تھا۔ یہ پس منظر جملہ قبلہ ہے۔ ہم اس کی تاریخ اور قماصیل کو پیش کرنے کی جگہ صرف یہ عرض کریں گے کہ تجویں قبلہ کے ذریعے ایک بار پھر تغیر کہبے مقصد کو پورا کیا گیا (۵۲) اور دنیا کے سامنے یہ حقیقت بھی آگئی کہ اب نبی اسرائیل کی امامت اقوام عالم کا دور ختم ہوا اور یہ منصب اب محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امامت کو تفویض کر دیا گیا ہے۔ عالم انسانیت پر

مسلمانوں کی شہادت اور مسلمانوں پر سروکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ابدی شہادت آپ کے مرتبہ بلطفہ
نہایت نمایاں پہلو ہے، مگر آج اپنے اعمال کو کیجھتے ہوئے دل کی گہرائیوں میں بھی دعا جنم لیتی ہے کہ با والہ
قیامت کے دن۔

مکن رسا حضور خواجہ مارا

تحویل قبلہ کے سلسلے میں صحابہ گرام رضی اللہ عنہم جمعین کا روپیہ انسانی تاریخ میں اطاعت کے
سلسلے میں مکمل ترین مثال کا درجہ رکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تناقضی کا کاش بیت اللہ قبلہ بن سکے۔
مدینہ منورہ آنے کے بعد بھی سوا سال سے زیادہ عمر سے تک بیت المقدس ہی قبدرہا۔ امیدتھی کہ اس سے
یہودیوں کے دلوں میں انسیت پیدا ہوگی اور وہ اشتراک قبلہ کی وجہ سے اسلام سے قریب ۲۷ کیں گے، مگر
ان کی بھگ نظری، غلط تلب و غلط برتری کے حاس نے ان میں مسلمانوں کے کم تر ہونے کا احساس کر
دیا اور پھر اللہ کی حکمت بالغہ کو یہ بات بھی مطلوب تھی کہ مونموں کا امتحان ہو جائے اور مومن منافقوں سے
معاشرتی طور پر الگ ہو کر نیا دہ مرتب معاشرہ قائم کر لیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ کون رسول ﷺ کا ہائ
رہے گا اور کون اُن پاؤں پھر جائے گا۔

تحویل قبلہ کا حکم رجب یا شعبان ۲ ہمیں نازل ہوا۔ اس سلسلے میں روایات میں تجوڑا بہت
اختلاف ہے، مگر یہ اختلاف جگہ اور وقت کے بارے میں ہے، صحابہ گرام کے روپیہ اور طرزِ عمل کے بارے
میں نہیں۔ پھر یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ اس عہد میں ”قا“ اور ”مدینہ“ دو الگ بستیاں تھیں۔ ہادی
اعظم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے جانے سے پہلے کسی دن قبا میں تشریف فرمائے۔ پھر اسی دو ریس میں
مسلمانوں کی کچی مساجد تعمیر ہو گئی تھیں تا کہ اجتنیں رحمت نہ ہو اور وہ اپنے علاقے کی مساجد میں نمازیں ادا
کر سکیں۔ پھر ابلاش اور پیقام رسانی میں ایک آدھ دن کی ناخدا فرقہ اس عہد کے اعتبار سے کوئی اہمیت
نہیں رکھتا۔ بہت سی روایات کے مطابق ہادی ام صلی اللہ علیہ وسلم مسجد ہو سلمہ میں ظہر کی نماز کی امامت کر
رہے تھے کہ تیری رکعت کے دوران تحویل کیجا کھم آیا اور اسی حالت میں آپ نے بیت اللہ کی طرف رخ
کر لیا اور صحابہ گرام نے کسی سوال، کسی الجھن اور کسی تذبذب کے بغیر آپ کی چہروں کی اور یہ سب کچھ محض
اپنے چہروں اور رُخ کے بدلت لینے کی بات نہ تھی۔ بیت المقدس مدینہ منورہ کے شمال میں ہے اور کعبہ (بیت
اللہ) جنوب میں۔ یوں امام ﷺ کو نمازوں کے بیچھے آپ زاہو گا اور رُخ بدل لا گیا ہو گا۔ معتقد یوں نے بھی
از سر نو صاف آرائی کی ہو گی۔ تحویل کچھ کا علم مدینہ والوں کو نمازِ مغرب یا نمازِ عشاء میں ہوا ہو گا، میا دوسرے
دن فجر کی نماز میں۔ ایک بھگت لوگ رکوع میں تھے کہ ان تک منادی کی یہدا چکھی کہ خبردار ہو سا ب تمہارا

قبلہ، کبھی شریف ہے اور رکوٹ کے عالم ہی میں وہ لوگ قبلہ رہو گئے۔
تحویل قبلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ بلند اور رتبہ عالیٰ کی ایک بڑی شہادت ہے اور اس
بات کی شہادت بھی کربلا کائنات اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فتنیں عالیٰ کو ان کی خواہش اور جتنا کثیر عزیز
تھی۔

فَلَذَنْرَى تَقْلُبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۝ فَلَذَنْرَى تَقْلُبَ قِبَلَةَ
تَرْضَهَا ۝ فَوَلَى وَجْهَكَ سَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۝ وَحَيْثُ
مَا كُنْتُمْ فَوْلُوا وَجْهُكُمْ شَطْرَةً ۝ (۵۲)

یہیک ہم تمہارے من کا برابر آسمان کی طرف احتدا دیکھ رہے ہیں، (انتظار پوچھی میں)
ہم ہم حصیں اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے تم پسند کرتے ہو۔ تم مسجد حرام کی
طرف اپنا رخ پھیر لوا اور اب جس جگہ تم ہوا کرو اسی کی طرف رخ کر لیا کرو (نماز ادا
کرنے کے لئے)

یوسف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتشار ختم ہوا وہ انتشار جو ان کے رب نے ایک امامت کی
طرح ان کے قلب میں رکھ دیا تھا اور مسجد حرام کے قبلہ نبی اخڑا گرام بنائے جانے کی پیش گوئی اہل کتاب
کے صحیحے میں موجود تھی، کیونکہ تحویل قبلہ کی ایک علامتی حیثیت بھی ہے اور وہ ہے امامت نبی اسرائیل کے
خاتمے کی۔

رسول اکرم ﷺ اور امیت مسلم کی شہادت کا بھی نکتہ سورہ الحجہ میں بھی بیان فرمایا گیا ہے (۵۲)
اس آیت میں مسلمانوں کو ملت امیر ائمہ بھی کہا گیا ہے اور یہ دعا ہتھی کردی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے
بھی تمہارا نام مسلم رکھا ہے اور قرآن حکیم میں بھی تمہارا بھی نام رکھا گیا ہے۔ تا کہ رسول تم پر شید (گواہ)
ہوں اور تم عالم انسانیت پر گواہ ہو اور تمہاری شہادت کی اساس اور شہادت یہ ہے کہ تم امام حصلوۃ کی ذمہ
داری پوری کرو اور رزکو ہا اور اللہ سے وائستہ ہو جاؤ۔

(جاری ہے)

حواشی و حوالہ جات

- ۱۔ لوکیح معلوف /المجد، بیروت، جس ۸۲۸،

۲۔ سورہ الشراع آیت ۱۳۴،

۳۔ مکتبۃ المصانع / المکتب الاسلامی،

۴۔ بیروت / ج ۳ / جس ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸،

۵۔ مسلم / الحجج،

۶۔ عواد ساہدہ،

۷۔ سورہ القمر آیت ۲۷،

۸۔ سورہ الفرقان آیت ۵۵،

۹۔ علامہ شبیر احمد عثمانی / تفسیر عثمانی /

۱۰۔ دارالاشاعت کراچی ج ۲ / جس ۹۲،

۱۱۔ سورہ الاعراف آیت ۱۸۳،

۱۲۔ سورہ توبہ نے حضرت ابو مکر صدیق رضی

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کے لئے صاحبِ کاظم استعمال

۱۴۔ ہوا ہے، (آیت ۲۰) جس کے ذریعے

۱۵۔ سورہ الحمد آیت ۱۹،

۱۶۔ سورہ ہود آیت ۲،

۱۷۔ سورہ کافر مادی،

۱۸۔ سورہ کعبہ آیت ۲۷،

۱۹۔ سورہ حجج آیت ۵۱، ۵۰، ۵۱،

۲۰۔ سورہ الحمد آیت ۱۹،

۲۱۔ سورہ کافر مادی،

۲۲۔ سورہ کعبہ آیت ۲۸،

۲۳۔ سورہ الاعراف آیت ۱۸۵،

۲۴۔ مفتی محمد فتح / معارف القرآن / ادارۃ

۲۵۔ سورہ منافقون آیت ۸ / ۲۸

۲۶۔ سورہ النہائی،

۲۷۔ سورہ الشراع آیت ۱۳۸،

۲۸۔ سورہ العارف، کراچی، ج ۲ / جس ۷۴،

۲۹۔ دیکھنے میں تمہارے اس / جس ۹۶،

۳۰۔ علما شنبیر احمد عثمانی / تفسیر عثمانی / کوئی

۳۱۔ جن پر پالی کھینچنے والوں کی بھیر روتی تھی،

۳۲۔ آج ان میں کوئی دوں پچانے والا نہ رہا

۳۳۔ اور یہ رے پڑے پہنچے بلند، عالی شان،

۳۴۔ قسمی چونے کے کھل ویہ ان کھنڈر بن کر رہ

۳۵۔ گئے، جن میں کوئی بنتے والا نہیں، حوالہ

۳۶۔ بیہاں آخڑیں)

- ۲۷۔ قول عمر فاروق رضي الله عن
وسلام بیکجا ہے، ہمارا درود وسلام آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں
مسلسل پیش کیا جاتا ہے،
- ۲۸۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۵
ایضاً آیت ۲۲۳،
- ۲۹۔ سورۃ توبہ آیت ۱۱۲
ایضاً آیت ۸
- ۳۰۔ سورۃ فتح آیت ۱۱۴
ترجی شادوی اللہ دہلوی، پڑیل آیت،
- ۳۱۔ سورۃ مزمل آیت ۱۵
صلیم،
- ۳۲۔ سورۃ عبس آیت ۱۱۱
مودودی / تفسیر القرآن / ج ۲ / ص ۲۳۹
- ۳۳۔ عجولی / کشف المخا / دارالتراث،
بیروت / ج ۲ / ص ۱۹۱
- ۳۴۔ زیدی / اتحاف سارۃ المتعین، بیروت /
ج ۲ / ص ۲۹۵
- ۳۵۔ مفتی محمد شفیع / معارف القرآن / ج ۲ /
بخاری / الحج / باب قول ابغیری القاری
سورة البقرہ آیت ۱۳۳، یلظ طلب علم کے لئے گھر
سے لکھنے ہوئے طلب کے لئے بھی
استعمال ہوا ہے۔
- ۳۶۔ مولانا سید ابو الحسن علی ردوی، نبی رحمت،
مجلس تحریک اسلامی ج ۲ / ص ۱۲۳،
۱۳۲، چیزوں کے خطبوں کا خلاصہ
تاریخی کے درمیان کھڑے ہوتے تھے
تاریخی کے سامنے رہے اور استقبالی
بیت المقدس بھی ہو سکے۔
- ۳۷۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۱۳
ایضاً آیت ۲،
- ۳۸۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۱۴
ایضاً آیت ۱۶
- ۳۹۔ سورۃ الحقد آیت ۱۱-۱۲
مالحظہ ہو آیت نمبر ۸،
- ۴۰۔ سورۃ الحقد آیت ۲۴۰
سورۃ الحقد آیت ۳۴، ۳۵
- ۴۱۔ اس روشنی کے حصول کا وسیلہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود